مقاماتِ
اولیاء
مصنفہ
صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن
ملنے کا پتہ:- مکتبہ رشد و ہدایت" طارق آباد لائلپور

مقاماتِ اولیا

مُصنّفہ

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن

مکتبہ رُشد وھدایت
طارق آباد ، لائل پور

فہرست مضامین

انتساب

مرشدِ لاثانی علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
روضۂ اقدس کے سفید گنبد کے سنہری
کلس کے نام جو آج بھی سیدھی راہ سے بھٹکے
ہوئے انسانوں کے لئے نشانِ منزل ہے ۔
اور جو آج بھی ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں
میں مشعلِ رشد و ہدایت ہے ۔

گدائے کوچۂ لاثانی
افتخار الحسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰

عرضِ مصنّف

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جہاں کچھ ملحد و بے دین قسم کے لوگ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ملک میں الحاد و بے دینی پھیلا رہے ہیں۔ وہاں بدعقیدہ مولویوں، گستاخ واعظوں اور بے ادب خطیبوں کے رکیک حملوں سے نہ تو ناموسِ رسالت ہی محفوظ رہ سکی ہے اور نہ ہی عظمتِ صحابہ۔ اور نہ شانِ اہلِ بیت بچ سکی ہے اور نہ ہی عزّتِ اولیاء ہر دن نیا فتنہ اور ہر رات نئی شرارت۔ کبھی سُنّتِ رسول علیہ السلام سے مذاق ہے اور کبھی قرآنِ پاک کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار۔

اور پھر ایسے ملحد و بے دین لوگوں اور ایسے بے ادب مولویوں کی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے نہ صرف یہ کہ ملک میں ضلالت و گمراہی پھیلتی جا رہی ہے۔ اور مذہبی نفرت و انتشار کو ہوا مل رہی ہے۔ جو ملک و ملّت کے لئے کسی وقت بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی متاعِ دین و ایمان تک لُوٹی جا رہی ہے۔

دراصل یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے تحریکِ پاکستان کی شدید مخالفت کی تھی۔ اور آج بھی یہ کانگرسی مُلّا ملک میں مذہبی انتشار پھیلا کر پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ علاوہ ازیں لوگ جو مکی و مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار نہیں ہیں ملک کے وفادار کیسے ہو سکتے ہیں۔

لیکن یہ سب کچھ محض اس لئے ہو رہا ہے کہ تعزیراتِ پاکستان میں کسی سرکاری دفتر کے ایک چپڑاسی اور پولیس کے ایک سپاہی کی عزت کی حفاظت کا قانون تو ہے مگر ناموسِ رسالت

کی حفاظت ۔ عظمتِ صحابہ کی رکھوالی ۔ آبروئے اہلِ بیت کی نگہداشت اور شانِ اولیاء کے تحفظ کا کوئی قانون نہیں ہے ۔ اگر تعزیراتِ پاکستان میں ایسا ہی کوئی قانون ہوتا تو آج اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نہ تو ناموسِ انبیاء علیہ السلام پہ سوقیانہ حملے ہوتے اور نہ ہی شانِ اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم میں بازاری زبان استعمال کی جاتی ہے ۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ حکومتِ پاکستان انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور اکابرین اسلام کی عزت و آبرو کی حفاظت نہیں کرسکتی تو پھر ان بے ادب مولویوں کے بھرپور حملوں کی روک تھام کے لیئے میں نے مکتبۂ رشد و ہدایت کی بنیاد رکھی ہے ۔ تاکہ بدعقیدہ واعظوں کے ہاتھوں سادہ لوح مسلمانوں کی جو دولتِ دین و ایمان لُٹ رہی ہے اس مکتبہ کی تصنیفات کے ذریعے محفوظ رہ سکے اور دین و مذہب کی نشر و اشاعت اور عقائدِ حقّہ اہلِ سنّت وجماعت کی تبلیغ ہوتی رہے ۔

اس لیئے اگر سُنّی مسلمان میرے اس نیک مقصد کی حمایت کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کرتے رہے ۔ تو پھر مجھے امید ہے کہ میرا یہ مکتبۂ رُشد و ھدایت صحیح معنوں میں چشمۂ رُشد و ھدایت بن کر اپنی تصنیفات کے آبِ حیات سے لاکھوں انسانوں کے مردہ دِلوں کو حیاتِ نَو بخشتا رہے گا ۔ اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں چراغِ راہ بن کر رشد و ہدایت کی روشنی پھیلاتا رہے گا ۔ اور سنیّت کے سدا بہار گلشن کو تر و تازہ رکھنے کے لیئے آبیاری کرتا رہے گا ۔

مقاماتِ نبوّت ۔ اللہ کے شیر اور خاکِ کربلا کے بعد مکتبہ کی یہ چوتھی پیشکش مقاماتِ اولیاء کی صورت میں قارئین کے پیشِ خدمت ہے ۔ جس میں ئیں قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے صحیح مقام کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ تاکہ میرے سادہ لوح مسلمان بھائی جو بے ادب مولویوں اور بدعقیدہ واعظوں کے ہاتھوں اپنی متاعِ دین و ایمان لُٹا رہے ہیں ان کو اصلی حقیقت کا پتہ چل جائے اور ان کے دلوں میں جو شکوک و شبہات کا غبار بیٹھ

پہنچا ہے۔ وہ دور ہو جائے۔ اور صحیح راستہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو سیدھی راہ مل جائے اور اولیائے عظام سے محبت و عقیدت رکھنے والوں اور بزرگانِ دین کے ماننے والے خوش نصیب مسلمانوں کے دلوں میں نورِ معرفت جگمگا اُٹھے۔ ان کے سینوں میں حقیقت و عرفان کی شمع روشن ہو جائے۔ اور ان کے قلوب میں اولیاء اللہ کی عظمت کے ایسے چراغ روشن ہو جائیں کہ جو بدعقیدہ مولویوں کی بدعقیدگی کی تباہ کن آندھیوں سے بھی نہ بجھ سکیں۔ اور ان کے دلوں میں اولیائے کرام کی عزت و آبرو کے ایسے غیر فانی نقوش جم جائیں کہ جو بے ادب واعظوں کے مٹانے سے بھی نہ مٹ سکیں۔

لیکن مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ چند ایک ایسے غیر ذمہ دار مولویوں نے جو اپنے آپ کو اصلی سُنیت کا واحد ٹھیکیدار سمجھتے ہیں اور اپنے علاوہ کسی کو مسلمان تک نہیں مانتے میرے خلاف باقاعدہ ایک مہم چلا رکھی ہے۔ اور میرے مکتبہ کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے مرشد لاثانی کا صدقہ ایسے ننگِ دیں: ننگِ وطن اور ننگِ سُنیت مولوی میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے خلاف زہر اُگلنے والے ان اصلی سنیت کے ٹھیکیداروں کے حسد و بُغض کے دامن میں کُفر کی مشینوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں اور یہ اپنے آپ کو علامہ زمان سمجھنے والے دوسروں کی پگڑی اچھالنے اور جماعت میں نفرت و انتشار پھیلانے میں ہی اپنے سُنی ہونے کا کمال سمجھے اور دردِ دل لاہوتی کے اس مصرعہ کے مصداق ہیں کہ۔ ع

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

اور سب سے بڑی چیز جس پر مجھے فخر و ناز ہے۔ اور جو میری زندگی کا آسرا ہے۔ جو میری شہرت کا اصل سبب ہے۔ اور جس کے بل بوتے پر میں ہر خطرناک سے خطرناک میدان میں بھی کود پڑتا ہوں۔ آگ کے دریا پھاند جاتا ہوں۔ اور پہاڑوں سے بھی ٹکرا جاتا ہوں

وہ یہ ہے کہ ایک موقعہ پر قطب ربانی غوث صمدانی شہباز لامکانی، قبلۂ عالم حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجلس میں اپنے غلاموں سے فرمایا تھا۔ کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ مولوی محمد مسعود کی اولاد پر قیامت تک رحم فرمائے اور پھر اس مردِ کامل نے تین بار یہ دعا فرمائی۔ یاد رہے کہ میں بھی اسی باپ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیٹا ہوں جس کی اولاد کے لئے ایک غوثِ زماں دعا کر گیا ہوا ہے۔ اور جس کے متعلق مرشد پاک فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمد مسعود سے بڑھکر دنیا میں کوئی عالم نہیں ہے اور پھر خرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا۔ اور پھر اسی مرشدِ لاثانی کا صدقہ تھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں میدان مناظرہ میں نہ مرزائی ٹھہر سکتے تھے اور نہ ہی عیسائی۔ نہ کسی نجدی کی دال گلتی تھی اور نہ ہی کسی آریہ کی۔ انہوں نے کبھی قادیان میں جا کر مرزا محمود کو للکارا اور کبھی امرت سر جا کر وہابیوں کے امام مولوی ثناء اللہ کو دعوتِ مناظرہ دی۔ کبھی عیسائی پادریوں کو اپنی صدائے حق سے لرزہ براندام کیا اور کبھی شیعہ مولویوں کی کمر توڑی۔ کبھی سکھ گیانیوں کے سر پہ اسلام کی تلوار بن کر چمکے۔ اور کبھی آریہ پنڈتوں کو صداقتِ اسلام کی راہ دکھائی۔ اور پھر اسی مردِ کامل کی نگاہِ پاک کا صدقہ تھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدائے حق و صداقت سُن کر ہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

الغرض میں جانتا ہوں اور مجھے پورا پورا یقین ہے کہ چونکہ میرے مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی دعا کا ان شرپسند مولویوں کے پاس کوئی توڑ نہیں ہے۔ اس لئے مجھے ان دوست نما دشمنوں کی مخالفت کا ذرہ بھر بھی فکر نہیں ہے۔ میرے خلاف اصلی سُنیّت کے ان ٹھیکیداروں نے اس وقت سے مہم چلا رکھی ہے۔ جس وقت کہ میری کتاب "خاکِ کربلا" شائع ہوئی۔ جس میں میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے متعلق لکھا ہے کہ (اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین بھی ہیں اور پاکیزہ بھی۔ زاہدہ بھی ہیں اور عابدہ بھی۔ حرم رسول

بھی ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول بھی اور عتیقہ بھی ہیں۔ اور صدیقہ بھی لیکن حسب و نسب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں اور حسب و نسب کے لحاظ سے حضرتِ فاطمہ اہل بیت میں شامل ہیں۔ اور حضرتِ عائشہ اہل بیت میں شامل نہیں ہیں۔ صہ ۶۶

اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۰ پر میں نے یزید ملعون کو ایرے غیرے نتھو خیرے لکھا ہے۔ ـــــ اس لئے کہ خارجی مولویوں نے اپنی کتاب رشید ابن رشید میں یزید پلید کو بھی اہل بیت میں شامل کیا ہے۔ کتاب شائع ہوئی اور کچھ کتاب کی مقبولیت اور کچھ میری شہرت! بس پھر کیا تھا ان مولویوں کے سینوں میں حسد و بغض کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور پھر انہوں نے اپنی اپنی کفر کی مشینوں کو چالو کر دیا مشینوں کے پہیئے پہلے تو آہستہ آہستہ اور پھر تیزی سے گھومنے لگے۔ کسی نے کہا افتخار پاگل ہو گیا ہے۔ کسی نے کہا افتخار شیعہ ہو گیا ہے۔ ایک بولا افتخار کافر ہے۔ اور ایک مولوی نے تو یہاں تک فتویٰ دے دیا کہ افتخار کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اور اس کی تقریر سننی حرام ہے۔ اور اس ننگِ سُنیت کی ایک وقت کی خوراک یہ ہے۔ پانچ سیر اُبلا ہوا گوشت۔ دو تربوز۔ چار سیر دودھ۔ پندرہ روٹیاں۔ اٹھارہ بوتلیں سیون اپ کی۔

کیوں؟ اس لئے کہ افتخار نے حضرتِ عائشہ صدیقہ کو اہل بیت سے خارج کر دیا ہے۔ اور نعوذ باللہ صحابہ کرام کو ایرے غیرے نتھو خیرے کہا ہے۔

مجھ پر شیعہ ہونے کا فتوے لگانے والے ان تنگ نظر مولویوں سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق شیعوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ جس کا اظہار میں نے کیا ہے۔ اور کیا شیعہ حضرات بھی حضرتِ عائشہ کو وہی القاب دیتے ہیں۔ جو میں نے دئے ہیں۔ یعنی کیا وہ بھی ام المومنین۔ پاکیزہ۔ عابدہ۔ زاہدہ۔ عتیقہ۔ صدیقہ اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول مانتے ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ ان کفر باز مولویوں کو اگر علم ہوتا تو مجھ پر شیعہ ہونے کا فتوے نہ لگاتے۔

رہا یہ سوال کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہل بیت میں شامل ہیں کہ نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ ہیں ــــ ضرور ہیں ــــ اور ــــ یقیناً ہیں۔ لیکن حسب و نسب کے لحاظ نہیں۔ بلکہ حرم رسول علیہ السلام ہونے کے اعتبار سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔

رہی یہ بات کہ میں نے ایرے غیرے اور نتھو خیرے اصحابہ کرام کے متعلق لکھا ہے تو میں ان فتوے فروش مولویوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے یہ کہاں سے سمجھ لیا ہے نہ تصریح۔ کوئی اشارہ۔ کوئی کنایہ۔ اور کوئی قرینہ بتاؤ۔

کسی کتاب کے مصنف کے مرجانے کے بعد اس کی کسی کتاب کی کسی عبارت کو سمجھنے کے لئے مصیبت ہوتی ہے۔ کہ خدا جانے اس کی نیت کیا تھی۔ اور اس کا مطلب کیا تھا۔ مگر جب میں اللہ کے فضل و کرم سے ابھی زندہ ہوں تو ان اصلی۔ نیت کے ٹھیکیداروں کا اخلاقی و دینی فرض یہ تھا کہ مجھ سے پوچھتے کہ یہ آپ نے کیا لکھا ہے۔ لیکن آج تک ان میں اتنی اخلاقی جرأت تو پیدا نہ ہوسکی کہ میرے پاس آکر ان عبارتوں کے متعلق کوئی بات کریں بس کفر کی مشینوں کو چلا دیا۔ بغیر کسی تحقیق کے کسی کی نیت اور کسی کے عقیدے پر حملہ کرنا بد دیانتی۔ بد اخلاقی اور بزدلی ہے۔ کتاب کو باہر آئے ہوئے ابھی پندرہ دن ہی ہوئے تھے کہ میرے مرشد پاک قطب زماں۔ غواص بحر عرفان۔ منبع فیوض و برکات۔ مہر شیخ ثانی۔ حضرت صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف طارق آباد میں تشریف لائے ان عبارتوں کے متعلق فیصلہ ہوا کہ اگرچہ ان میں کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن چونکہ کچھ دوستوں کو بدگمانی سی پیدا ہوگئی ہے اس لئے اگلے ایڈیشن سے ان عبارتوں کو حذف کر دیا جائے۔ میں نے عرض کی آقا! آپ کے ارشاد عالی کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا ہی ہوگا۔

خطیب پاکستان حضرت مولانا علامہ صوفی غلام حسین صاحب اور حضرت مولانا

فاضل اجل مولانا محمد سلیم صاحب سے گفتگو ہوئی تو میں نے مولانا محمد سلیم صاحب کی خدمت میں کتاب پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ اس کتاب کو اوّل سے لے کر آخر تک پڑھو۔ اور جہاں جہاں آپ کو کوئی غلطی نظر آئے وہاں وہاں نشان لگا دو تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کو حذف کر دیا جائے۔ پھر ملتان کی آل پاکستان سُنّی کانفرنس کے عظیم الشان اجتماع میں بھی اس کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ جامع رضویہ لائلپور کے شیخ الحدیث جن کا تبحرِ علمی سُنیّوں کے لیے باعثِ فخر ہے نے بھی فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ والی عبارت بالکل ٹھیک ہے۔

ان تمام حقائق کے بعد بھی ان اصلی سُنیّت کے واحد ٹھیکیداروں کا میرے خلاف واویلا کرنا شور مچانا۔ اور شیعہ ہو جانے کے فتوے لگانا حسد و بغض اور کسی ذاتی عناد کی بنا پر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔ ادھر کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ مشرقی پاکستان میں اس کا بنگالی زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

اور پھر مزے کی بات تو یہ ہے کہ کتاب کی مخالفت کرنے والے یہ اصلی سُنّی واعظ جب فضائلِ اہلِ بیت۔ واقعاتِ کربلا۔ اور شہادت کے مقدّس موضوع پر جب کبھی اور جہاں کہیں بھی تقریر کرتے ہیں تو اسی کتاب "خاکِ کربلا" کو سامنے رکھ لیتے ہیں۔

بڑوں کی بڑی بڑی غلطیوں کو بھی محض اس لئے نظرانداز کر دینا کہ یہ ہمارے بڑے ہیں بد دیانتی ہے۔ اور کسی چھوٹے کی کسی بات کو اپنی ناسمجھی کی بنا پر غلطی سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑنا حماقت و جہالت ہے۔

پچھلے دو سال سے سُنیّت کے چند ایک نام نہاد ٹھیکیدار اور انتشار پسند مولویوں نے میرے خلاف جو ایک منظم تحریک شروع کر رکھی تھی آخر وہ بے نقاب ہو گئی ہے۔ اور ان تنگ سنیّت مولویوں کے دلوں میں میری اور میری کتابوں کی بڑھتی ہوئی شہرت و مقبولیت کے پیشِ نظر میرے خلاف جو حسد و بغض اور تعصّب و عناد کی چنگاریاں سُلگ رہی تھیں۔ آخر وہ

شعلہ بن کر بھڑک اٹھی ہیں۔ اور ان کے سینوں میں قہر و غضب کی جو بجلیاں چھپی ہوئی تھیں آخر دہ بڑی چمک دمک کے ساتھ میدان میں آگئی ہیں۔ جب کہ مولانا محمد صادق صاحب نے اپنے غیر معقول غیر معقول اور غیر نمائندہ پرچے "رضائے مصطفےٰ" علیہ السلام کی، دسمبر ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں میرے خلاف وہ زہر اُگل ہی دیا۔ جو ایک عرصے سے اُن کو بے قرار کئے ہوئے تھا۔ لیکن مولانا صاحب نے ایسا کر کے نہ صرف یہ کہ اپنی شر پسندی کا ثبوت دیا ہے بلکہ جماعت میں ایک نئے فتنہ کی بنیاد بھی رکھدی ہے۔

مولانا محمد صادق صاحب وہی پرانے انتشار پسند اور فتنہ پرداز مولانا صاحب ہیں جو اس سے پہلے بھی کئی بار اہل سنت و جماعت کے اکابر علمائے کرام کو آپس میں لڑا کر اپنی شر انگیزیوں اور فتنہ پردازیوں سے جماعت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر چکے ہیں۔ اور ۱۹۶۵ء کی اسلام و کفر کی جنگ میں جب کہ ملتِ اسلامیہ کا بچہ بچہ ملک و قوم اور دین و اسلام کی عظمت کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ اور ہمارے شیر دل مجاہدین اسلام دین کی سربلندی اور ملک کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا چکے تھے اور میدانِ جہاد میں زخمی ہونے والے مجاہدین کے لئے قوم اپنا خون پیش کر رہی تھی۔ تو یہ وہی مولانا صاحب ہیں جنہوں نے فتویٰ دیا۔ کہ ٹیکوں کے نیچے آنے والے حرام موت مرتے ہیں۔ اور زخمیوں کو خون دینا حرام ہے۔ اور حکومت نے مولوی صاحب کے اس شر انگیز فتوے کے جرم میں گرفتار بھی کر لیا تھا۔ انہیں وجوہات کی بنا پر اہل سنت و جماعت کے بعض حلقوں میں مولانا صاحب ابو الفتنات کے نام سے بھی مشہور رہیں۔ اور رضائے مصطفےٰ علیہ السلام کے مقدس نام کے ذریعہ جماعت میں فتنہ و فساد پھیلانا اور علمائے کرام کو آپس میں لڑانا اور دوسروں کی پگڑی اچھالنا نہ صرف یہ کہ مولانا صاحب کی شان کے خلاف ہے بلکہ ان کے مصنوعی تقدس کی پیشانی پر ایک بدنما داغ بھی ہے۔

میرے خلاف یہ ناپاک تحریک چلانے والے وہی چند ایک غیر معقول غیر معروف

اور غیر نمائندہ مولوی صاحبان ہیں جن کی زندگیاں مسجدوں کی چار دیواری تک ہی محدود ہیں۔ اور نہ ہی ملک و قوم میں ان کا کوئی وقار ہے۔ اور نہ ہی معاشرہ میں کوئی مقام۔ بلکہ یہ سنیت کی سفید چادر پر ایک سیاہ داغ ہے۔ اور بریلویت کی مقدس پیشانی پہ ایک کلنک کا ٹیکہ۔ اور یہ لوگ کفر بازی، انتشار پھیلانے، بدزبانی اور منبرِ رسول علیہ السلام پر کھڑے ہو کر دوسروں کی پگڑی اچھالنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ اور یہ ایسا کرنے میں ہی اپنے سنی ہونے کا کمال سمجھتے ہیں۔ اور جو خود تو کوئی کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور جو کرتے ہیں۔ ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

یہ میرے خلاف ان ننگِ سنیت مولویوں نے اس وقت۔ سے ہی واویلا کرنا اور شور مچانا شروع کر دیا تھا جب کہ میری کتاب "خاکِ کربلا" شائع ہوئی۔ جس میں میں نے فضائلِ اہلبیت واقعاتِ کربلا اور شہادتِ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پورے جذبۂ ایمان اور بڑے ہی درد و سوز سے لکھا ہے۔ اور ساتھ یزید پلید لعین اور کافر یزید کے فسق و فجور اور اس کے کفر ظلم کو بھی کھل کر بیان کیا ہے۔ بس پھر کیا تھا ان مخالفینِ اہل بیت کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ اور ان سنی نما خارجی مولویوں کے دلوں میں حسد و بغض کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور پھر یزید کو کافر نہ کہنے والے ان دشمنانِ آلِ مصطفےٰ علیہ السلام مولویوں نے میرے خلاف کفر کی مشینوں کو چالو کر دیا۔ پہلے تو ان مشینوں کے پہیئے آہستہ آہستہ اور پھر تیزی سے گھومنے لگے۔ پہلے تو مجھے خطوں کے ذریعے قتل کی دھمکیاں دی گئیں جن کی نقلیں ملتان اور لائل پور کے پولیس کپتانوں کو دی گئی تھیں۔ پھر میرے خلاف منظم طریقے سے تقریروں کا پروگرام مرتب تھا۔ تو میرے ایک مولانا عنایت اللہ صاحب نے تو لائل پور میں تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ افتخار کی تقریر سننی حرام — افتخار کے پیچھے جمعہ پڑھنا حرام — مگر طوطی کی نقار خانہ میں کون سنتا ہے۔ اور میرے مرشدِ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جوں جوں یہ لوگ میری مخالفت تیز کرتے آرہے ہیں۔ توں توں میری اور میری کتاب کی شہرت و مقبولیت

بڑھتی جا رہی ہے۔ اور یاد رہے کہ اس مولوی صاحب کی ایک وقت کی خوراک حسب ذیل ہے :۔

پانچ سیر ابلا ہوا گوشت، ڈیڑھ سیر دودھ، اٹھارہ بوتلیں سیون اَپ کی۔ دو تربوز اور ایک مٹ لسی کا۔ اور پندرہ روٹیاں۔

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیئے

اسے صیاد نے کچھ، بلبل نے کچھ، اور گل نے کچھ سمجھا
چمن میں کتنی معنی خیز تھی اک خامشی میری

الغرض میرے خلاف یہ بے یدیقین کے حامی مولوی ہر قسم کا بیہودہ سے بیہودہ اور واہیات سے واہیات حربہ استعمال کرکے میری شہرت و مقبولیت کو نقصان پہنچانے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اور میں یہ سب کچھ بڑے ہی صبر و تحمل سے برداشت کرتا چلا آ رہا ہوں۔ اس لیئے کہ میں چاہتا تھا کہ جماعت میں کسی قسم کا انتشار پیدا ہو۔ اور میری خاموشی کا سبب یہ بھی تھا کہ میں جانتا ہوں کہ پھلدار درخت کو نادان بچے پتھر مارا ہی کرتے ہیں۔ اور کھوہ کا ایک ڈڈو سمندر کی وسعت پہنائی کو نہیں جانتا۔ اور ایک بلبلِ ناتوان شہباز کی بلند پروازی کو نہیں سمجھ سکتی۔ مگر اب چونکہ مولانا محمد صادق صاحب نے رضائے مصطفےٰ علیہ السلام کے ذریعے اس چیز کو کھلے میدان میں لا کر تصادم کی صورت پیدا کر دی ہے تو اس لئے اب میں بھی اپنی مدافعت کے لیئے کوئی قدم اٹھانے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ اور اب اس سلسلے میں

کسی کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ اور اب اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے گا۔ اور پتھر کا جواب قانون سے

جامعہ رضویہ لائلپور کی بنیاد ایک مرد درویش حضرت مولانا سردار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی جن کے دم قدم سے لائلپور میں سنیت کے اجڑے ہوئے چمن میں تازگی اور بہار آگئی۔ اور سارے ملک میں صحیح عقائد کی نشر و اشاعت کے دریا بہنے لگے۔ اور جن کی بدولت عقائد باطلہ کے سیاہ بادل چھٹ گئے۔ اور سنیت کا حسن تاباں نکھر کر عوام کے سامنے آگیا۔ اور جن کے خلوص و اخلاق حسنہ کی طفیل یہاں سنیت کا ایک مرکز قائم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ فیض کے طفیل میں صحیح العقیدہ حنفی ہوں، سُنی ہوں۔ اور بریلوی ہوں۔ اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا فارغ التحصیل ہوں۔ اور اسی مسلکِ حقہ اور عقائد اہلِ سنت و جماعت کی پچیس سال سے تبلیغ و اشاعت کر رہا ہوں۔ اور جب بھی کبھی اسلام کی عظمت، دین کی سربلندی، شریعتِ مصطفےٰ علیہ السلام کی آبرو اور سنیت کی لاج رکھنے کا وقت آیا میں ہر خطرناک سے خطرناک میدان میں ڈٹ جایا کرتا ہوں۔ چند ایک واقعات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) دیوبندی مولوی غلام خاں نے لائلپور میں تقریر کرتے ہوئے سُنی بریلوی عقائد حقہ پر فحش نکتہ چینی کی۔ اور خصوصاً حضرت قبلہ عالم محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی پر گستاخانہ حملے کیے گئے۔ میں بھی اس جلسہ میں موجود تھا۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔ اور سارا ماحول میرے خلاف۔ مگر میں برداشت نہ کر سکا۔ اور کھڑے ہو کر میں نے مولوی غلام خاں کو للکارا کہ بکواس بند کرو۔ یا مجھے بھی وقت دو۔ بس پھر کیا تھا تمام دیوبندی مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ پولیس نے مداخلت کی۔ اور مجھے کوتوالی لے جایا گیا۔ صبح کو ضمانت پر چھوڑ دیا۔ کوتوالی سے سیدھا محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا صاحبزادہ صاحب رات آپ نے سنیت کی لاج رکھا

۴۔ دیوبندی مولوی قاسمی نے سنیت و بریلویت کے خلاف ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت ناموس رسالت اور منزلت اولیاء پر بڑی بے باکی سے سوقیانہ حملے کرنے کے ساتھ ساتھ محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بھی بازاری زبان استعمال کرنی شروع کر دی ہر رات نئی بکواس اور ہر روز نیا پمفلٹ۔ مقامی افسران نے چشم پوشی کی۔ اور شہر کی فضا مکدر سے مکدرتر ہوتی گئی۔ اور اصلی سنیت کے یہ نام نہاد ٹھیکے دار اور مولوی حجروں میں بیٹھکر تماشہ دیکھتے رہے۔ کسی کی اصلی سنیت کی ہنڈیا میں جوش نہ آیا۔ اور کسی کو بھی میدان میں آکر جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ نہ ہی رضائے مصطفےٰ علیہ السلام والوں کی غیرتِ ایمانی جوش میں آئی۔ کہ میدان میں آکر رضائے مصطفےٰ حاصل کرتے۔ اور نہ ہی غلامانِ رسول علیہ السلام کے عشق کی آگ بھڑکی۔ کہ آگے بڑھکر اپنی غلامیٔ رسول کا ثبوت دیتے۔ اور نہ ہی محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت رکھنے اور ہاتھ چومنے والوں کی رگِ حمیت پھڑکی۔ کہ قاسمی کا گریبان پکڑکر اپنی عقیدت اور شاگردی کا حق ادا کرتے۔ محدثِ اعظم پاکستان جن کی بدولت مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کا چمن مہک اٹھا۔ سنیت کے اُجڑے ہوئے گلشن میں تازہ بہار آگئی۔ اور بریلوی عقائد کی کشتِ ویراں میں تازگی اور سنیت کے مردہ جسم میں حیاتِ نو پیدا ہوگئی۔ نہ صرف یہ کہ ایک عالمِ دین ہی تھے۔ بلکہ ایک مردِ درویش اور عاشقِ رسول بھی تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ میں نے خود ان کے جنازے پر انوار و تجلیات کی بارش ہوتی دیکھی تھی۔ آپ ان دنوں بسترِ علالت پر تھے۔ میں سوچتا۔ دیکھتا اور انتظار کرتا رہا۔ کہ ضرور کوئی نہ کوئی اصلی سُنی عشق رسول علیہ السلام کا دعویدار اور محبت اولیائے کرام کا دم بھرنے والا اور محدثِ اعظمؒ کے ہاتھ پاؤں چومنے والا لنگر لنگوٹہ کس کر میدان میں نکلے گا۔ مگر نہ ہونا تھا اور نہ ہوا۔ اور اصلی سنیت کے اکھاڑے کا کوئی پہلوان بھی مولوی قاسمی سے کشتی لڑنے کے لئے میدان میں نہ نکلا۔

آخر ایک دن حضرت مولانا علامہ محمد سلیم صاحب اور مولانا محمد رمضان صاحب

کے ہمراہ محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کے بعد سُنیوں کی بڑھتی ہوئی بے چینی کا ذکر کیا۔ اور جوابی کارروائی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے میرے لئے دعائے تیسر فرمائی۔ پھر اُسی رات محمد پورہ میں میری تقریر کا اعلان کر دیا گیا۔ ہزار دل کا مجمع تھا۔ میں نے مولوی قاسمی اور دوسرے دیوبندی مولویوں کے ہر چیلنج کو قبول کرتے ہوئے مقامی افسران اور سی۔ آئی۔ ڈی کو بھی ڈانٹا۔ رات تقریر ہوئی اور صبح کو حالات بدلے ہوئے تھے۔ پھر لائل پور کے ہر چوک، ہر بازار، ہر محلے اور ہر گلی میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے ہوئے۔ اور میری پچاس تقریریں ہوئیں۔ اور جن کا اثر یہ ہوا کہ شہر میں سنیت کی آبرو بچ گئی۔ اور محدثِ اعظم کی عزت محفوظ ہو گئی۔

۲۔ تحریکِ ختمِ نبوت میں پورے ایک سال کی نظر بندی کے بعد میانوالی جیل سے رہا ہو کر گھر آیا۔ تو مولانا تاج محمود صاحب نے ایک کانفرنس کا اشتہار شائع کر دیا جس کی صدارت صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب نے کرنی تھی۔ لیکن وہ بوجہ علالت نہ آسکے۔ اور پھر یہ کانفرنس میری صدارت میں خالصہ کالج کے وسیع میدان میں ہوئی۔ میں نے اپنے صدارتی خطبہ میں اس وقت کی ختم نبوت کی غدار حکومت کو پھر للکارا۔ تقریر خلافِ قانون قرار دے دی گئی۔ اور مجھے اپنے مکان میں تین مہینے کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔ خدا خدا کر کے یہ میعاد ختم ہوئی تو سید حسین شہید سہروردی مرحوم جو اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ انہوں نے غیر ملکی دورے میں ایک جاپانی لڑکی کے ساتھ ناچ کیا۔ میں نے اس کے خلاف تقریر کی۔ اور کہا کہ ایک اسلامی مملکت کا وزیر اعظم ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ جو غیر لڑکیوں کے ساتھ بغل گیر ہو کر ناچتا پھرے۔ یہ اسلام کی توہین ہے۔ مذہب کی بدنامی ہے۔ پاکستان کی بے عزتی ہے۔ اور مسلمانوں کی تحقیر ہے۔ میری یہ تقریر بھی خلافِ قانون قرار دے دی گئی۔ اور مجھے پھر تین ماہ کے لئے کیمبل پور جیل میں پابند کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ تین بار میری تقریروں پر پابندی لگائی گئی۔

۵۔ سکندر مرزا کا دورِ ایک مایوس کن دور تھا جس میں اور کئی خرابیوں کے ساتھ ساتھ مذہبی طور پر یہ عالم تھا کہ گورنر جنرل سکندر مرزا شیعہ، پنجاب کا گورنر اختر حسین شیعہ پنجاب کا وزیر اعظم مظفر علی قزلباش شیعہ، انسپکٹر جنرل پولیس سید عنایت علی شیعہ۔ چنانچہ شیعوں نے اسی بل بوتے پر کہ اب تو حکومت ہی اپنی ہے۔ کھلم کھلا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن و تشنیع کے دروازے کھول دیئے۔ اور پھر شیعہ اقتدار کے بل بوتے پر ہی شیعہ مولوی خادم حسین نے لائل پور میں ایک تقریر میں ناموسِ صحابہ کرامؓ پر سوقیانہ حملے کئے اور خصوصاً واقفِ اسرارِ نبوت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں بڑی بکواس کی۔ خادم حسین کی اس گستاخی سے شہر میں آگ لگ گئی اور مسلمانوں کے دل تڑپنے لگے۔ ان اصلی سنیت کے ٹھیکیداروں کے سوا باقی شہر کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں نے مل کر صدائے احتجاج بلند کی۔ جس کی قیادت مولانا تاج محمود صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب نے کی۔

میں ان اصلی سُنیوں کا منہ دیکھتا رہا، کہ کوئی ماں کا لال ناموسِ صحابہ کرام پر فدا ہونے کے لئے میدان میں آئے گا۔ مگر یہ سروں پہ اپنی بیویوں کے دوپٹے لے کر تقریریں کرنے والے ننگِ سُنیت اور تنگ نظر اور بزدل مولوی سروں پر کفن باندھ کر باطل سے ٹکرانا کیا جانیں۔

میں اُن دنوں جامع مسجد نور طارق آباد میں خطیب تھا۔ جمعہ کے خطبہ میں میری غیرتِ ایمانی نے جوش مارا اور محبتِ صحابہ کرام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور پھر میں نے سکندر مرزا کو ملک کا غدار قرار دیا۔ قزلباش کو للکارا۔ اور شیعوں کی معتبر کتابوں سے شیعہ مذہب کے پردے چاک کئے۔ میری یہ تقریر بھی باغیانہ قرار دے دی گئی۔ اور مجھے گرفتار کر کے گوجرانوالہ جیل میں بند کر دیا گیا۔

میری گرفتاری کے بعد عجیب رنگ بھڑک اٹھی۔ اور آج مجھ پر شیعہ ہونے کا فتویٰ لگانے

والے ان نام نہاد اصلی سُنیتوں کے علاوہ شہر کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں نے میری گرفتاری کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ جس کی قیادت بھی مولانا تاج محمود صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب کر رہے تھے۔ البتہ صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب نے مسجد نور میں جمعہ میں ایک ولولہ انگیز اور ایمان افروز تقریر کرتے ہوئے حکومت کے اس ظالمانہ رویہ پر کڑی نکتہ چینی کی۔ اور پھر ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔

(۶) سکندر مرزا کا منحوس دور بھی گذر گیا۔ فوجی انقلاب آیا اور صدر پاکستان محمد ایوب خاں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی۔ ملک کا کھویا ہوا وقار بلند ہو گیا۔ سیاسی انتشار ختم ہو گیا۔ اور ایک مستحکم حکومت قائم ہو گئی۔ پھر آہستہ آہستہ اسلامی مملکت پاکستان میں ایک ایسا طبقہ اوپر آ گیا جو مذہب سے بیزاری چاہتا ہے۔ چنانچہ ۹۔ جنوری ۱۹۶۳ء کو لاہور صوبائی اسمبلی میں ایسے ہی اسلام دشمن افراد نے ایک بل پاس کیا جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی منکوحہ عورت سے زنا کرے اور اس عورت کا خاوند اگر اس زانی شخص کو معاف کر دے تو اس کو کوئی قانونی سزا نہیں دی جا سکتی۔

اسلامی مملکت میں یہ بل پاس ہوا۔ اخبارات میں شائع ہوا۔ جسے اصلی سنیت کے ان تنگ نظر ٹھیکیدار مولویوں نے بھی پڑھا۔ لیکن کسی کی غیرتِ ایمانی جوش میں نہ آئی۔ اور کسی کی محبتِ اسلام نہ مچلی۔ اور کسی کی اصلی سنیت کی ہنڈیا میں ابال نہ آیا۔ اور آتا بھی کیوں اس لئے کہ ایک طرف جیل کی اندھیری کوٹھڑی دکھائی دیتی تھی۔ اور دوسری طرف گورنر ملک محمد امیر خاں کی لمبی لمبی مونچھیں نظر آتی تھیں۔ میں نے ایک مہینہ انتظار کیا۔ اس لئے کہ میرا خیال تھا کہ چونکہ غیر اسلامی، غیر دینی، اور غیر شرعی ہے اس لئے اب کے ضرور کوئی نہ کوئی اسلام کی تڑپ رکھنے والا، عشقِ رسول کی دہائی دینے والا۔ اور نعرۂ غوثیہ لگانے والا مجلس رضائے مصطفےٰ علیہ السلام کا کوئی رضاکار یا انجمن عاشقانِ رسول

کا کوئی رکن یا فدایانِ رسول کا کوئی ممبر میدان میں آکر اس غیر اسلامی بل کی مخالفت کر کے اپنے اصلی سُنّی ہونے کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول کا ثبوت دے گا۔ مگر میرا خیال غلط نکلا۔ اور کوئی بھی اس پہاڑ سے ٹکر لینے کے لیئے تیار نہ ہوا۔ اور کوئی بھی شیر بیشۂ سنیّت اس شیر کی موچھوں کو پکڑنے کے لیئے میدان میں نہ نکلا۔ نبی کے عشق کا دعویٰ کرنا تو آسان ہے۔ لیکن حضرتِ بلالؓ کی طرح نبی کے عشق میں دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹ کر کلمۂ حق سنانا مشکل ہے۔ لیلیٰ کی محبت کے جھوٹے دعویدار تو سینکڑوں تھے۔ مگر اس کی محبت میں خون دینے والا مجنوں ایک ہی تھا۔

رمضان المبارک کا دوسرا جمعہ تھا۔ اور بھاٹی گھر کا وسیع میدان ! اخبار میرے ہاتھ میں تھا اور قرآن میری زبان پر۔ میں قرآنِ پاک پڑھتا گیا اور پیش آنے والے تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر اس غیر اسلامی بل کی دھجیاں بکھیر دیں۔ مجھے ابھی تک یاد ہے۔ اور ہزاروں مسلمان اس بات کے گواہ ہیں کہ میں نے حکومتِ وقت کو للکارا اور گورنر اور صوبائی اسمبلی کے اراکین سے مخاطب ہو کر کہا کہ جس ملک کو تم نے اسلام کے مقدس نام پر حاصل کیا اب اسی ملک میں غیر اسلامی بل پاس کر کے اور اسلام کی توہین کر کے خدا تعالیٰ کے قہر و غضب کو آواز نہ دو۔ اور شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام کی حدوں کو توڑ کر عذابِ الٰہی کو دعوت نہ دو۔ اور قرآنِ پاک کے قوانین کی مخالفت کر کے اللہ کے غضب کو نہ پکارو۔ اور جس مذہب کے پیارے نام پر تم اسلامی اسمبلی کے رکن بنے ہو اب اسی مذہب کی جڑوں پر کلہاڑے چلا کر اپنے نبی کو ناراض نہ کرو۔ اور اپنے نبی کے دین کی آبرو چھین کر دوزخ کی آگ کا ایندھن نہ بنو۔ اور یاد رکھو گورنر کی موچھوں سے تو بغاوت ہو سکتی ہے۔ لیکن محمد علیہ السلام کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہو سکتی۔ میری اس تقریر کو بھی باغیانہ قرار دے کر مجھے گرفتار کر کے شاہی قلعہ لاہور میں نظر بند کر دیا گیا۔

اندھیری کوٹھڑی۔ خوفناک ماحول۔ ہر وقت جان جانے کا ڈر۔ اور سنگینوں کا پہرہ۔

(۷) محکمہ تعلیم نے نصاب تعلیم سے خلفائے راشدین کے سنہرے باب کو خارج کر کے ملتِ اسلامیہ پاک ان کے مذہبی جذبات کو پامال کیا۔ سارے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ اور ملک میں عظمتِ صحابہ کی رکھوالی کے لئے جلسے ہوئے۔ اور اس باب کو دوبارہ نصاب میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر آج مجھ پر شیعہ ہونے کا فتویٰ لگانے والے اور میری سنیت میں شک کرنے والے اور منبر رسول علیہ السلام پر بیٹھکر اپنے حسد و بغض کے ترکش سے مجھ پر تبروں کی بارش کرنے والے اصلی سنیت کے نام نہاد مولویوں کے کانوں پہ جوں تک نہ رینگی اور آج رضائے مصطفےٰ علیہ السلام کے مقدس نام پر جماعت میں انتشار و نفرت پھیلانے والے اور دوسروں کی پگڑی اچھالنے والے مولانا محمد صادق صاحب بھی خوفزدہ کبوتر کی طرح حجرے میں چھپے بیٹھے تھے۔ اور کوئی بھی اصلی سنیت کے اکھاڑے کا سورما عظمتِ صحابہؓ کی خاطر حکومت کے خلاف آواز بلند نہ کر سکا۔

آخر میں نے ہی کمر ہمت باندھی اور اللہ اور رسول کا نام لے کر صحابہ کرام ہی کے سہارے اٹھا۔ اور پھر راولپنڈی۔ گجرات۔ لاہور۔ ملتان۔ ڈیرہ غازی خاں اور دیگر مقامات پر جلسے کئے۔ اور اس فیصلے کے خلاف آواز بلند کی۔ آخر ملتان میں ایک کل پاکستان سُنی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔

مرزا محمد یوسف صاحب جو ملتان میں اصلی سُنیت کے تمام علمائے کرام کے خادم عقیدے کے پکے۔ اسلام کے شیدائی۔ مذہب کے فدائی اور دین کے دیوانے ہیں۔ اور جن کے دل میں اسلام کی سچی محبت۔ سینے میں دین کی پکی الفت اور پہلو میں سُنیت کا درد اور اسلام کی تبلیغ کا حقیقی شوق ہے۔ انہوں نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نواں شہر کے زندہ دل۔ دین پرست۔ اور اصلی

سُنیت کے پرستار دوستوں نے ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل کی اور پھر انہیں احباب کرام نے کانفرنس کے تمام اخراجات برداشت کئے۔ وہ کمیٹی ان احباب پر مشتمل تھی:۔ مرزا محمد یوسف صاحب۔ حاجی شوکت علی صاحب۔ شیخ محمد شریف صاحب۔ صوفی قائم دین صاحب۔ اور سید فضل شاہ صاحب۔

تاریخ کا اعلان کر دیا گیا اور علمائے کرام کو دعوت نامے ارسال کر دیے گئے نواں شہر ملتان کے دین پرست احباب کرام نے کانفرنس کے تمام اخراجات برداشت کیے۔ جن میں مرزا محمد یوسف صاحب۔ حاجی شوکت علی صاحب۔ شیخ محمد شریف صاحب۔ صوفی قائم دین صاحب اور سید فضل شاہ صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔

۱۵ - ۱۶ - اکتوبر ۱۹۷۰ء کو باغ لانگے میں کانفرنس آب و تاب اور شان و شوکت سے شروع ہوگئی۔ مگر وعدے کرنے والے ہمارے اکابرین عین وقت پر جواب دے گئے۔ اور تشریف نہ لائے۔ اور بعد میں پتہ چلا کہ انہوں نے اس سُنی کانفرنس کو ناکام کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔

آپ پوچھیں گے کہ آخر وہ کون تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ؎

اے داورِ محشر میرا نامۂ اعمال نہ دیکھ
ان میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

مجھے فکر ہوا کہ اکابرین کے نہ آنے سے کہیں کانفرنس ناکام نہ ہو جائے۔ لیکن چھوٹوں کی ایمان افروز اور ولولہ انگیز تقریروں نے کسی کو یہ محسوس ہی نہ ہونے دیا کہ فلاں علامہ صاحب کہاں ہیں اور فلاں حضرت صاحب کیوں نہیں آئے۔

جناب مولانا علامہ محمد شریف صاحب شیخ الحدیث جامع مظہر العلوم ملتان صاحبزادہ سید حامد علی شاہ صاحب۔ مولانا علامہ محمد سلیم صاحب۔ مولانا محمد نصر اللہ صاحب نیازی۔ مولانا محمد فاضل صاحب۔ مولانا سید عبد الرحمٰن شاہ صاحب۔

مولانا گامن شاہ صاحب۔ اور دیگر علمائے کرام عظمتِ اصحابہ کے مقدس موضوع پر ایمان افروز اور باطل شکن تقریریں کیں۔ اور ایک قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ خلفائے راشدین سنہری باب کو نصاب میں شامل کیا جائے۔ قرارداد اتنی وزنی تھی اور کانفرنس کا اثر تھا کہ حکومت نے اس باب کو نصاب میں شامل کرنے کا اعلان کر دیا۔

دوسری رات کو کانفرنس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شریف صاحب نے فرمائی۔ جنہوں نے پورے خلوص دل اور سنیت کے صحیح درد کے ساتھ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیئے ہمارا ساتھ دیا۔

(۸) میاں چنوں کے قریب ایک چک میں شیعہ مذہب کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں مولویوں نے صحابہ کرامؓ کو ہدفِ تنقید بنایا۔ اس کے جواب میں مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۶۸ء میں سنی حضرات نے ایک جلسے کا انتظام کیا جس میں تردید شیعہ کے لیئے مجھے دعوت دی گئی۔ میں مولانا سید منظور احمد صاحب کے ہمراہ اس چک میں پہنچا اور ردِ شیعہ اور فضائل صحابہ کرام کے موضوع پر تقریر کی۔ کہ شیعہ دبک گئے۔ شاہ صاحب سے پوچھا جا سکتا ہے۔ اور صوفی اللہ رکھا نعت خواں بھی میرے ساتھ تھا۔

(۹) مورخہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء پتوکی کے قریب علی پور میں شیعوں کے خلاف ایک جلسہ ہوا۔ مجھے بلایا گیا۔ میں نے شیعہ حضرات کی کتابوں سے شیعہ مذہب کا پردہ چاک کیا۔ اور خلافت و امامت کے مسئلہ میں شیعہ حضرات کو قائل کیا۔ پتوکی کے مولانا صاحب بھی ساتھ تھے۔

(۱۰) مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء کو موضع بوسن ضلع ملتان میں میری تقریر۔ کا موضوع فضائل صحابہ کرامؓ اور تردید شیعہ تھا۔ صوفی محمد علی ملتانی نعت خواں۔ محمد یوسف گجراتی نعت خواں صوفی اللہ نعمت خاں اور سردار احمد شاعر بھی ساتھ تھے۔

مولانا محمد صادق صاحب کو واضح ہوں کہ یہ جلسے کتاب "خاک کربلا" کے بعد ہوئے ہیں مجھے تعجب اور حیرانی اس بات پر ہے کہ جب بھی سنیوں کو تردید شیعہ کی ضرورت پڑتی ہے تو مجھے مسلمان اور پکا سُنّی سمجھ کر میری طرف دوڑتے ہیں۔ اور جب مطلب نکل جاتا ہے تو میری سنیّت میں شک۔ اور پھر میں کافر کا کافر۔

اپنی مختصر تبلیغی سرگرمیوں کی مختلف سی جھلک دکھانے۔ باطل سے ٹکرانے ہر میدان میں حق وصداقت کی آواز بلند کرنے۔ اسلام کی عظمت۔ دین کی سربلندی اور سنیت کی لاج رکھنے کی خاطر جیلوں میں جانے کا تذکرہ کرنے کا میرا مقصد صرف یہ ہے کہ عوام کو پتہ چل جائے کہ آج مجھ پر شیعہ ہونے کا الزام لگانے والے اور میری سنیت میں شک کرنے والے۔ اور میرے خلاف زہر اگلنے والے اصلی سُنّیت کے یہ تنگ نظر اور بزدل مولوی اپنے سروں پر مصنوعی تقدس کی چادر اوڑھ کر حجروں میں چھپ جاتے رہے ہیں۔ اور میں ہر میدان میں جان کی بازی لگا کر حق وصداقت کی آواز بلند کرتا رہا ہوں۔ اور عوام کو یہ پتہ بھی چل جائے کہ اصلی سُنّیت صرف نعرۂ غوثیہ لگانے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ باطل سے ٹکرانے کا نام بھی ہے۔ اور اصلی بریلویت صرف گیارھویں شریف کا حلوہ کھانے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق سنانے کا نام بھی ہے۔ اور سروں پہ بیویوں کے دوپٹے رکھ کر تقریریں کرنے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ اپنے سروں پر کفن باندھ کر دین کی عظمتوں کو بچانے کا نام بھی ہے۔ اور دوسروں پر غیر مہذب طریقے سے کیچڑ اچھالنے کا نام ہی نہیں ہے۔ اور کفر کی مشین چلانے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ محبت و پیار اور اخلاق و اخلاص سے غیروں کو اپنا بنانے کا نام بھی ہے۔

غرضیکہ میں نے دین کی سربلندی۔ اسلام کی عظمت۔ اصحابِ کرام کی آبرو اور سنیت کی لاج رکھنے کی خاطر ہر میدان میں کلمۂ حق سنایا۔ قدم قدم پر باطل سے ٹکرایا

مجھ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔ خوفناک طوفان بھی اٹھے۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ شاہی قلعہ میں بھی بند ہوا۔ اور پھانسی کی کوٹھڑی میں بھی بند رہا مگر میرے پائے استقلال میں کبھی بھی لغزش نہ آ سکی۔ اس لیے کہ میں اصلی سُنّی ہوں

میں طارق آباد کے سا تھیوں کا شکرگذار ہوں کہ جنہوں نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا۔ اور جو ہر میدان میں سینہ سپر ہوتے رہے ہیں۔ اور جو میری خاطر اپنی طرف سے خرچ کر کے میری ہر مصیبت میں میرے کام آتے رہے ہیں۔ یہ اصلی سُنّی تو میری گرفتاری کے بعد طارق آباد میں بھی ڈر کے مارے نہیں آتے تھے۔ کہ کہیں ہم بھی نہ پکڑے جائیں۔

مولانا محمد صادق صاحب کو رمضان المبارک کا چاند جمعرات کو نظر نہ آیا تو گوجرانوالہ کے لوگوں کا جمعۃ المبارک کا روزہ زن کو تڑوا دیا۔ اور ۔ دسمبر کے رضائے مصطفےٰ کی اشاعت میں لکھدیا کہ جن مسلمانوں نے جمعہ کو روزہ رکھا ہے وہ گنہگار ہیں اور ان پر توبہ کرنی لازم ہے۔

پھر ایسے مولوی صاحب جو اپنے دامن میں حسد و بغض کے سوا اور کچھ نہیں رکھتے اور دوسروں کی پگڑی اچھالنے میں ہی اپنے سُنّی ہونے کا کمال سمجھتے ہوں اور جماعتی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی تجاویز سوچتے رہتے ہوں۔ اور اپنی شر پسندانہ فطرت کی گمراہ کن چالوں سے سنیت کے مقدس چہرے پر بدنما داغ لگائیں۔ اور قوم کو غلط فتوے دے کر پریشان کریں۔ پھر ایسے مولوی صاحب اہل سنت و جماعت کی پاک چادر پر ایک بدنما داغ نہیں تو اور کیا ہیں ؟

افتخار الحسن